نظرات

سعید احمد اکبرآبادی

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا جشن صدسالہ جس کا غلغلہ برسوں سے ہر چہار دانگ عالم میں بپا تھا حسب اعلان و پروگرام ۲۱ مارچ کو بعد از نماز جمعہ شروع ہوا اور ۲۳ کو ایک بجے ظہر کے وقت دعا پر بکمال خیر و خوبی ختم ہوگیا۔ محتاط اندازے کے مطابق مجمع دس بارہ لاکھ سے کم نہ ہوگا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی تقریر میں بجا فرمایا کہ اس مجمع کو دیکھ کر میدان عرفات کا گمان ہوتا ہے۔ تعداد کے علاوہ یہ تشبیہ اس لئے بھی درست ہے کہ مؤخرالذکر اجتماع کی طرح یہ مجمع بھی عرب و عجم اور مغرب و مشرق کے فرزندان توحید پر مشتمل تھا۔ جن میں ہر طبقہ اور ہر جماعت کے افراد شامل تھے۔ پھر یہ تمثیل اس لئے بھی درست ہے کہ جس طرح مسلمان اپنے گھر اور وطن کی پر سکون زندگی کو خیرآباد کہہ کر محض حصول ثواب اور رضائے رب کی غرض سے مشعر حرام میں مجتمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح قریب و بعید مقامات، ملک کے دور دراز گوشوں اور بیرون ملک سے ہزاروں میل کا سفر کر کے دیوبند ایسے معمولی قصبہ کی خاک چھاننے اور گرد و غبار کی گلیم پوشی کے لئے جوق در جوق جو لوگ یہاں اکٹھے ہوئے تھے خالصۃً لوجہ اللہ اور دین کے ساتھ عشق و محبت کے جذبہ سے ہوئے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ الدہلویؒ نے دو جگہ لکھا ہے۔ مجھکو کشف کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ ایک وقت ہندوستان کے مسلمانوں پر ایسا شدید اور سنگین آنے

والا ہے جبکہ ان کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا جائے گا۔ لیکن چونکہ اس ملک سے اسلام فنا
نہیں ہوگا اس لئے پھر ایک وقت آئے گا جبکہ مسلمان اس ملک میں بلند و سرفراز ہو نگے
ور عزت و وقار کی زندگی بسر کریں گے۔ ملک کی تقسیم سے مسلمانوں پر جو قیامت گذری
س حضرت شاہ صاحب کی مذکورہ بالا پیشن گوئی کا پہلا جزء سچ کر دکھایا تھا۔ لیکن اب دار العلوم
یوبند کے نہایت عظیم الشان اور بے مثال صد سالہ اجلاس نے یہ ثابت کر دیا کہ پیشن
وئی کا دوسرا جزء بھی ایک حقیقت ثابتہ بنکر پیکر وجود میں آگیا ہے اور یہ سب کچھ نتیجہ ہے
ن بزرگان دین اور مردان مجاہد و حق آگاہ کی شبانہ روز جد و جہد کا جو اس ملک میں
ہمہ وجوہ حضرت شاہ صاحب دہلوی کے مکتبۂ فکر کے ترجمان اور ان کی امانت علم و عمل
کے حقیقی خازن و امین تھے۔ افتتاحی اجلاس میں وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی نے اپنی
تقریر دلپذیر میں مسلمانوں کے اس عظیم اجتماع پر حیرت و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے صاف
لفظوں میں فرمایا کہ ہندوستان کی آزادی میں دو طاقتوں کا دخل سب سے زیادہ ہے،
یک دار العلوم، اور دوسری کانگریس۔ گویا محترمہ کے نزدیک دار العلوم دیوبند جنگ
زادی میں کانگریس کا پس رو نہیں، بلکہ اپنا مستقل ایک مقام اور مرتبہ رکھتا تھا۔

تیسرے دن ملک کے قدیم اور عظیم لیڈر بابو جگجیون رام نے تقریر کی، اس میں آپ نے
ور انگیز لہجہ میں پہلے ملک کے موجودہ افسوسناک اور تشویش انگیز حالات کا تذکرہ کیا اور
زور دے کر فرمایا کہ اگر ملک کو اس حالت سے کوئی ادارہ نجات دلا سکتا ہے تو وہ دار العلوم
ہے کیونکہ یہ اسلام کا علمبردار ہے اور اسلام اعلیٰ انسانی اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، اور ذات
ت اور چھوت چھات کے تمام تفرقے مٹا ڈالتا ہے۔ گویا بابو جی نے وہی بات کہی جو ان
پہلے مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کہہ چکے تھے، ہندوستان کے ایک اور لیڈر راج نرائن صاحب
آئے، اور تقریر کی تھی لیکن راقم الحروف اس وقت موجود نہ تھا اس لئے انہوں نے

کیا کہا؟ ہمیں نہیں معلوم! حضرت شاہ صاحب نے پیش گوئی کے دوسرے جزء کے سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت ملک کے بڑے بڑے راجا اور سردار اسلام قبول کرلیں گے، تو محترمہ اندرا گاندھی اور بابو جی نے کھلے دل سے دار العلوم یعنی اسلام کی عظمت اور اس کی صداقت کا جو اعتراف کیا وہ کیا اس کی طرف ایک لطیف اشارہ نہیں ہے کہ پیش گوئی کا یہ دوسرا جزء پردۂ غیب سے نکل کر منصۂ شہود پر جلوہ نمائی کرنے کے لئے کروٹیں بدل رہا ہے۔ والحمد للہ علی ذالک! اس بنا پر دار العلوم دیوبند کے اس اجلاس کی ہمارے نزدیک سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اکابر دار العلوم نے گذشتہ ۱۱۵ برس میں اسلام کی جو عظیم الشان اور ہمہ جہتی خدمات انجام دی تھیں ان کا مشاہدہ اور اعتراف علی رؤس الاشہاد اپنوں اور بیگانوں اور عرب وعجم کے سب لوگوں سے کرا دیا، وکفیٰ بہ فخراً!

اتنے بڑے اجتماع میں کچھ نہ کچھ بدنظمی اور اس کی وجہ سے شکایات کا پیدا ہونا غیر متوقع اور تعجب خیز نہیں ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اسٹیشن اور بسوں کے اڈہ پر مہمانوں کے استقبال اور جائے قیام تک ان کے پہونچانے کا بندوبست بہت ناقص تھا اور اس کی وجہ سے ہمارے بعض عرب مہمانوں تک کو زحمت ہوئی، جس کا ہمیں سخت افسوس ہے لیکن بحیثیت مجموعی انتظامات اعلیٰ اور بہت عمدہ تھے اس سلسلہ میں اجلاس کے منتظم حضرات نے مہینوں شب وروز بیدار مغزی تندہی اور اخلاص سے جو محنت اور مشقت اٹھائی۔ اس پر بے شبہ وہ سب کی طرف سے دلی شکریہ اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔